درس ترمذی شریف

افادات: حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ
ضبط وترتیب : مولانا مفتی عبدالمنعم حقانی
معاون مفتی دارالافتاء جامعہ حقانیہ

اسلامی معاشرہ کے لازمی خدوخال
جامع امام ترمذی کے ابواب البر والصلۃ کے درسی افادات

بچوں کے ساتھ رحمت اور شفقت کا بیان

حدثنا ابوبکر محمد بن آبان ثنا محمد بن فضیل عن محمد بن اسحاق عن عمرو بن شعیب عن أبیہ عن جدہ قال : قال رسول اللہ ﷺ : لیس منا من لم یرحم صغیرنا ویعرف شرف کبیرنا۔

ترجمہ: عمرو بن شعیب اپنے والد (شعیب) سے اور وہ (شعیب) عمرو کے دادا' (یعنی اپنے والد) سے روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ شخص ہم میں سے نہیں جس نے ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کیا' اور ہمارے بڑوں کی مجد وشرف اور تعظیم کو نہ پہچانا۔

<u>من لم یرحم صغیرنا ویعرف شرف کبیرنا:</u> ظاہر تو یہ ہے کہ ضمیر متکلم مسلمین سے کنایہ ہے' یعنی جو شخص ہمارے مسلمانوں کے چھوٹوں پر رحم نہیں کرتا' اور "مسلمان بڑوں اور بزرگوں" کا احترام نہیں کرتا وہ ہم میں سے نہیں' اس اعتبار سے یہ حکم مزید اہتمام کے لئے ہے' یعنی ان چھوٹوں پر رحم کرنا جو کہ مسلمان ہوں اور ان بڑوں کا ادب واحترام کرنا جو کہ مسلمان ہوں اسکا' زیادہ تاکید کے ساتھ حکم دیا جاتا ہے' ورنہ فی الجملہ کافر بچوں اور چھوٹوں پر رحم نہ کرنا' اور کافر بوڑھوں کا احترام نہ کرنا بھی اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے' اور ناجائز ہے۔

اور بعض کا کہنا ہے کہ مسلم بچوں' چھوٹوں اور مسلم بوڑھوں کے ساتھ ترک شفقت وادب' پر مذکورہ وعید سنائی گئی ہے' اور غیر مسلم چھوٹوں کے ساتھ ترک رحمت وشفقت اور غیر مسلم بوڑھوں کے ساتھ ترک ادب بھی اگرچہ خلاف تعلیم شرع ہے لیکن اس پر یہ وعید نہیں ہے۔

اور بعض محدثین حضرات کے نزدیک' صغیرنا اور کبیرنا میں ضمیر متکلم آدمیین سے کنایہ ہے' اس اعتبار سے حدیث کا مطلب یہ ہوگا کہ جو شخص ہم بنی نوع انسان کے چھوٹوں پر رحم نہیں کرتا اور بنی نوع انسان کے بڑوں کا

احترام نہ کرتا ہو تو وہ ہم میں سے نہیں۔ پس اس تفسیر کے مطابق یہ حکم مومن اور کافر سب کو شامل ہے اسلام دین رحمت ہے جس میں مسلم غیر مسلم تمام نوع انسانی کے لئے بلکہ حیوانات و جمادات تک کے لئے رحمت کا پیغام موجود ہے اور اسی میں تمام انسانیت کی بھلائی کا راز مضمر ہے۔

قابل احترام بڑے کون ہیں؟ و یعرف شرف کبیرنا

ہمارے بڑے یہ لفظ عام ہے جوان اور بوڑھے سب کو شامل ہے نیز جو کہ عمر کے لحاظ سے بڑا ہو یا جو علم اور کمال کے اعتبار سے سب کا احترام لازم ہے وضاحت اس کی یہ ہے کہ کوئی آدمی عمر رسیدہ اور بوڑھا ہو تو اس کے بڑھاپے کی وجہ سے سارے مسلمانوں پر لازم ہے کہ اسکا ادب و احترام کریں نیز جو آدمی آپ سے عمر میں زیادہ ہو وہ بھی ''کبیر'' ''بڑے'' کے مفہوم میں داخل ہے اگر چہ بوڑھا نہ ہو یعنی ہر کسی پر لازم ہے اپنے آپ سے زیادہ عمر والے کا احترام کرے خواہ وہ بوڑھا ہو یا جوان۔ نیز جو عمر کے لحاظ سے بڑا ہو یا علم و کمال کے لحاظ سے سب کا احترام لازم ہے علم کے اعتبار سے جسے اللہ تعالیٰ نے بڑھائی بخشی ہو وہ عمر رسیدہ بوڑھوں کے بنسبت زیادہ قابل احترام ہیں بلکہ بوڑھوں پر بھی نوجوان عالم دین کا احترام لازم ہے اس وجہ سے فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ بے علم بوڑھے کو جائز نہیں ہے کہ وہ جوان عالم دین سے راستے میں آگے چلے۔ نیز جو منصب کے اعتبار سے بڑے ہوں ان کا بھی احترام لازم ہے۔

چنانچہ نماز جنازہ پڑھانے میں بادشاہ اور قاضی وغیرہ سب سے زیادہ حقدار ہیں اس کی وجہ فقہاء کرام نے یہی لکھی ہے کہ اُولوالامر کی تعظیم واجب ہے اور ان کی موجودگی میں کوئی دوسرا آدمی نماز جنازہ پڑھانے کے لئے آگے بڑھے تو یہ ان کی تعظیم کے خلاف ہے۔ اسی طرح تمام معزز عہدوں پر فائز لوگ مثلاً ملک کا سائنسدان ملک کا پائلٹ وغیرہ اور معاشرہ کے دیگر معزز لوگ علاقے کے بزرگ سب قابل احترام ہیں۔ نیز اعزاز و احترام میں فرق مراتب کا بھی لحاظ رکھنا ضروری ہے جو زیادہ معزز ہو اس کا زیادہ احترام کرے اور جو اس سا کم معزز ہو تو اس کی حیثیت کے مطابق اس کو بھی عزت دے دے حدیث میں ہے: حضرت عائشہؓ نے کسی ایک محتاج کو روٹی کا ایک ٹکڑا دے کر رخصت کیا دوسرے موقع پر کوئی دوسرا آدمی آیا جو کہ نسبتاً معزز معلوم ہو رہا تھا حضرت صدیقہؓ نے اس کو عزت سے بٹھا کر اسے خوب کھلایا۔ اس فرق کے متعلق کسی نے دریافت کیا تو جواب میں حضرت عائشہؓ نے کہا کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: انزلوا الناس منازلھم یعنی لوگوں کو ان کی حیثیت کے مطابق مرتبہ اور مقام دو۔

حدثنا ابو بکر محمد بن أبان ثنا یزید بن ھارون عن شریک عن لیث عن عکرمة عن ابن عباس قال: قال رسول اللہ ﷺ: لیس منا من لم یرحم صغیرنا ویوقر کبیرنا ویأمر بالمعروف وینه عن المنکر...... ھذا حدیث غریب۔ وحدیث محمد بن اسحاق عن عمرو بن شعیب حدیث حسن صحیح۔

وقد روى عن عبدالله بن عمرو من غير هذا لوجه ايضاً۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' ہم میں سے نہیں وہ شخص جو ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرتا ہو اور ہمارے بڑوں کی تعظیم نہ کرتا ہو۔ اور جو نیکی کا حکم نہ دیتا ہو اور برائی سے نہ روکتا ہو...... یہ حدیث غریب ہے۔ اور محمد بن اسحاق کی حدیث جو انہوں نے عمرو بن شعیب سے روایت کی ہے' وہ حسن صحیح ہے' اور عبداللہ بن عمروؓ سے اس مذکور طریق کے علاوہ دوسرے طریقوں سے بھی مروی ہے۔

ويوقر كبيرنا الخ ۔ يوقر' يأمر اور ينه تینوں افعال جزم کے ساتھ ہیں' اور یرحم پر عطف ہیں' اور ہر ایک کے ساتھ لم جازم مقدر مانا گیا ہے۔ ای ولم يوقر كبيرنا ولم يأمر بالمعروف ولم ينه عن المنكر ۔ اور اوپر ترجمہ اسی کے مطابق کیا گیا ہے۔

دور حاضر کی بنسبت کچھ پہلے زمانے میں بڑوں کے ادب کا اسلامی معاشرہ میں بہت زیادہ لحاظ رکھا جاتا تھا' گاڑی کی سیٹ پر بیٹھا ہوا کوئی نوعمر اور نوجوان جب کسی معمر' بزرگ سفید ریش آدمی کو دیکھ لیتا کہ جگہ نہ ہونے کی وجہ سے کھڑا ہے تو وہ نوجوان فوراً اپنی سیٹ سے اٹھ کھڑا ہو جاتا تھا اور اس بوڑھے کو اپنی سیٹ پر بٹھا دیتا تھا۔ سگریٹ پینے والا نوجوان' بڑوں کے سامنے سگریٹ نہ پیتا تھا' نسوار ڈالنے والے بڑوں کے سامنے نسوار نہیں ڈالتے تھے' ہم عمر نوجوان آپس میں بڑوں کے سامنے گپ شپ نہ لگاتے جو بڑوں کے سامنے مناسب نہ ہو۔ یہ اچھی صفات نوجوانوں میں پائی جاتی تھیں جن کی بنیاد ادب اور حیا پر قائم تھی' لیکن آج کل انگریزی تعلیم اور یورپی تہذیب عام ہونے کی وجہ سے اور ٹی وی' وی سی آر اور ہر قسم کے فواحش کی بہتات کی بدولت ادب وحیاء کا جنازہ نکل گیا' اور یہ تمام چیزیں ختم ہونے کو ہیں' اور اگر مسلمانوں کی غفلت کی یہی حالت ہو تو رہی سہی باقیات بھی ختم ہو جائیں گی۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر :

ويأمر بالمعروف وينه عن المنكر یعنی ہم میں سے نہیں وہ شخص جو امر بالمعروف اور نہی المنکر نہ کرتا ہو' اس حدیث میں امر بالمعروف (نیکی کا حکم) اور نهي عن المنكر (برائی سے روکنے) کو ترک کرنے پر بھی "ليس منا" "ہم میں سے نہیں" کی وعید سنائی گئی ہے' اس کے علاوہ بہت سی آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ "على صاحبها الف الف سلام و تحيه" سے یہ واضح معلوم ہوتا ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر امت کے ہر ہر فرد پر اس کی استطاعت کے مطابق فرض اور ضروری ہے اور باوجود استطاعت کے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا تارک مجرم اور گنہگار ہے۔ علاوہ ازیں ایک مستقل جماعت کو تشکیل دینا امت پر فرض کفایہ ہے' جو کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دیتا رہے' اس جماعت کی تشکیل دراصل حکومت کی ذمہ داری ہے' حکومت اس کام کے لئے مناسب اشخاص کی جماعت بنا کر یہ فریضہ انجام دے' لفظ "امر" اور "نهي" خود اس پر

دلالت کرتا ہے کہ اس جماعت کی تشکیل حکومت کی طرف سے ہو' جو کہ قوت قاھرہ سے کے ساتھ یہ فریضہ بجالاتی ہو' کیونکہ امر دراصل اولوالامر کا کام ہے' اور آیت قرآنی بھی اس پر دال ہیں۔ لیکن اگر کوئی حکومت یہ فریضہ انجام نہ دے تو اس کی ذمہ داری تمام مسلمانوں پر عائد ہوگی' کہ اس جماعت کو قائم کر کے اس فریضے کو انجام دیتے رہیں' کیونکہ اس جماعت کا قیام امت کے اجتماعی بقاء اور ملی حیات کے لئے ناگزیر ہے' اور ہر ایسا اجتماعی حکم جو کہ حکومتی فرائض میں سے ہو' اور اس حکم کو بجالانا اس امت کی اجتماعی ضرورت ہو تو حکومت کی اس سے غفلت کرنے کی صورت میں اس کو بجالانے کا فریضہ عام مسلمانوں پر ان کی استطاعت کی حد تک عائد ہوتا ہے۔

معروف اور منکر سے کیا مراد ہے؟

معروف سے مراد وہ تمام بھلائیاں ہیں جن کا شریعت نے حکم دیا ہو' اور ان کا بھلائی اور نیکی ہونا دین اسلام میں معروف و مشہور ہو' اسی طرح جانے پہچانے امور خیر کو معروف کہا جاتا ہے' اور منکر سے مراد وہ تمام برائیاں ہیں جن کو اسلام نے منع فرمایا ہو' اور وجود و ثبوت کے اعتبار سے وہ دین اسلام میں بالکل ناآشنا اور غیر معروف ہوں۔ پس اس موقع پر بھلائی اور برائی کو معروف اور منکر سے تعبیر کرنے میں شاید یہ حکمت ہو کہ روکنے ٹوکنے کا معاملہ صرف ان امور میں ہونا چاہیے کہ جو کہ واضح طور پر شریعت مقدسہ کی خلاف ورزی ہو اور کرنے والا کسی معتبر دلیل شرعی سے اس کو مشروع نہ سمجھتا ہو' لہذا اجتہادی مسائل میں کوئی جانب بھی منکر نہیں ہے' جبکہ اجتہاد کی شرائط موجود ہوں تو اجتہادی اختلاف' مذموم اختلاف نہیں ہے' کیونکہ اس قسم کے مسائل میں بھی اگر چہ حق عنداللہ ایک ہی جانب ہے اور متعین ہے لیکن یہ اختلاف بھی اسی حق کی تلاش میں واقع ہوا ہے' اس وجہ سے مجتہد اگر حق کو پہنچ جائے تو اسے دوہرا اجر ملے گا اور اگر اجتہاد میں خطا ہو جائے تب بھی اس پر گناہ نہیں بلکہ ایک اجر اس کو ملے گا۔ اور یہ قیامت کا معاملہ ہے۔ وہاں بات واضح ہو جائے گی' اور دنیا میں دونوں جانب ثواب اور خطا کا احتمال موجود ہے' لہذا کسی ایک مجتہد کو برحق جان کر یہ تو کہا جاسکتا ہے کہ ہمارے نزدیک یہی مسئلہ حق ہے' لیکن جانب مقابل کو منکر سمجھ کر اس پر نکیر کرنا ہرگز جائز نہیں ہے' کیونکہ اجتہادی اختلاف میں کوئی جانب منکر نہیں ہے' آج کل بعض مولوی حضرات اس قسم کے اجتہادی مسائل کو میدان جدال بنا کر مسلمانوں کے درمیان بغض' حسد' اور افتراق وانتشار پیدا کرتے ہیں' اور ستم بالائے ستم یہ کہ اس کو سب سے بڑا جہاد' قربانی' اور حق گوئی کہا جاتا ہے' اس کے برعکس صریح منکرات اور فواحش کی روک تھام کیلئے بہت کم کوشش کی جاتی ہے۔

"لیس منا" کی تفسیر و تشریح:

اس باب میں تین احادیث لائی گئی ہیں' اور ہر ایک میں "لیس منا" کا جملہ ذکر ہوا ہے' اس مناسبت سے امام ترمذیؒ اس جملہ کی تفسیر اور وضاحت کے لئے بعض محدثین حضرات کے اقوال ذکر کرتے ہیں۔...... قال بعض أهل العلم' معنى قول النبي ﷺ: ليس منا ليس من سنتنا' يقول ليس من أدبنا'

وقال علی بن المدینی قال یحیی ابن سعید کان سفیان الثوری ینکر هذا التفسیر 'لیس منالیس مثلنا

ترجمہ: بعض اہل علم کا کہنا ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ کا ارشاد "لیس منا" کا مطلب یہ ہے کہ (یہ کام) ہماری سنت اور ہمارا طریقہ نہیں' اور کہتے تھے کہ ہماری ادب اور تعلیم سے نہیں' اور علی بن المدینی کہتے ہیں' کہ یحیی بن سعید نے کہا کہ سفیان ثوریؒ اس تفسیر کو ناپسند فرماتے تھے'لیس منا' ہماری طرح نہیں۔

اس کے علاوہ امام نوویؒ نے فرمایا کہ سفیان عینیہ بھی ان لوگوں کے قول کو برا مانتے تھے جو کہ "لیس منا" کی تفسیر "لیس علی هدینا" یعنی ہماری سنت پر نہیں' کے ساتھ کرتے تھے' اور فرماتے تھے کہ یہ بہت بری بات ہے بلکہ اس جملہ کی تفسیر اور تفصیل سے روکنا چاہیے' تاکہ دلوں میں اس کی ہیبت زیادہ ہو' اور اس کام سے روکنے میں شدت زیادہ ہو جائے۔

یعنی اس لفظ کے کہنے سے مراد اس مجرم کو دین سے نکالنا نہیں' لیکن اس لفظ کو ذکر کرنے کا فائدہ یہ ہے کہ اس قسم کے فعل کے ارتکاب سے منع کرنے میں مبالغہ ہو جائے۔ پس اس لفظ کو اپنے ظاہر کے مطابق چھوڑنا چاہیے' اس کی کچھ تاویل وتفسیر کرنا مناسب نہیں۔ کیونکہ اس جملہ کے ظاہری الفاظ میں جو شدت اختیار کی گئی ہے' وہ ڈرانے کے لئے ہے اور شارع کا اصل مقصود بھی یہی ڈرانا اور مخاطبین کو خوف دلانا ہے کہ وہ اس کام کے کرنے سے مسلمانوں کے زمرے سے خارج ہونے کا خطرہ محسوس کرے اور اس جملہ کی تاویل وتفسیر کرنے سے یہ مقصد فوت ہو جاتا ہے' اس وجہ سے بعض اکابر محدثین نے اس قسم کی تفسیر سے سختی کے ساتھ منع فرمایا ہے۔

باب ما جاء فی رحمة الناس
عام لوگوں کے ساتھ رحم دلی کا بیان

حدثنا بندار ثنا یحیی بن سعید عن اسماعیل بن أبی خالد ثنا قیس بن أبی حازم ثنی جریر بن عبدالله قال: قال رسول الله ﷺ (من لم یرحم الناس لم یرحمه الله)۔ هذا حدیث حسن صحیح' وفی الباب عن عبدالرحمن بن عوف و أبی سعید و ابن عمر و ابی هریرة و عبدالله بن عمرو۔

ترجمہ: حضرت جریر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' جس نے لوگوں پر رحم نہ کیا' اللہ تعالیٰ اس پر رحم نہ کرے گا' یہ حدیث حسن صحیح ہے' اس باب (لوگوں کے ساتھ رحمت کے بارے) میں عبدالرحمان بن

عوفؓ ابوسعیدؓ ابن عمرؓ ابوہریرۃؓ اور عبداللہ بن عمروؓ سے روایات ہوئی ہیں۔

امام ترمذیؒ نے بھی اس حدیث کو حسن صحیح کہا، یعنی یہ حدیث صحیح ہے اور اس کو بخاری اور مسلم نے بھی روایت کی ہے۔

وفی الباب عن عبدالرحمان بن عوف، یعنی اس باب سے متعلق حدیث عبدالرحمان بن عوفؓ سے بھی روایت ہوئی ہے۔ اور عبدالرحمان بن عوفؓ کی حدیث امام ترمذیؒ نے اس سے پہلے باب قطیعۃ الرحم میں ذکر کیا ہے۔ (وابی سعید) اور حضرت ابوسعیدؓ کی حدیث بھی امام ترمذیؒ نے "باب الریاء والسمعۃ" میں ذکر کیا ہے۔ اور حضرت ابوہریرۃؓ اور حضرت عبداللہ بن عمروؓ کی دونوں حضرات کی روایتیں اسی باب میں آگے آرہے ہیں۔

اسلام تمام روئے زمین پر رہنے والوں کے لئے امن اور رواداری کا مذہب:

من لم یرحم الناس لایرحمہ اللہ، جو لوگوں پر رحم نہ کرے اللہ تعالیٰ اس پر رحم نہیں کرے گا، اور یہ روایت بخاری میں ان الفاظ کے ساتھ آئی ہے "من لایرحم لایرحم" جو رحم نہ کرے گا اس پر رحم نہ کیا جاوے گا۔ اور طبرانی کی روایت میں اس طرح آیا ہے، من لا یرحم من فی الارض لا یرحمہ من فی السماء: یعنی جو شخص رحم نہیں کرتا تمام ان لوگوں پر جو کہ زمین میں رہتے ہیں۔ تو رحم نہیں کرے گا، اس پر وہ ذات جو کہ آسمان میں ہے، اور بعض دیگر اس قسم کی روایتیں اس باب میں آگے ذکر ہونے والی ہیں۔

محدث ابن بطال فرماتے ہیں کہ اس میں تمام مخلوق کے ساتھ رحمت و شفقت کا معاملہ کرنے کی ترغیب دلائی گئی ہے۔ اس میں مومن کافر اور مملوک وغیر مملوک جانور سب داخل ہیں، جناب رسول ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے تمام عالم کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے، اور آپ ﷺ نے یہی رحمت کا پیغام پورے عالم کے لئے سنایا، دین اسلام میں غیر مسلم اقوام کے حقوق کا تحفظ بدرجہ اتم موجود ہے، اور تمام اقوام عالم کی بھلائی اسی میں ہے، کیونکہ ہر کسی کے ساتھ عدل و انصاف، کسی کے ساتھ ظلم نہ کرنا، قیام امن اور حقوق کا تحفظ دین اسلام کے اصل الاصول ہیں۔

جہاد یا دہشت گردی:

کفار کے ساتھ قتال کا حکم صرف اس صورت میں ہے جبکہ کفر فتنہ بن کر اسی نظام عدل کو نقصان پہنچاتا ہو، اور امن عالم کو درہم برہم کر کے حقوق کو پامال کرتا ہو، تو اس فتنہ کے دفع کرنے کے لئے دین اسلام نے جہاد کا حکم دیا ہے، پھر جہاد کے لئے بھی اسلام کے زرین اصول ہیں، کہ عین جنگ کے دوران بھی عدل و انصاف کے تقاضوں کو پامال نہ ہونے دیں، اور ظلم و حق تلفی سے اجتناب کیا جاوے۔ لیکن یورپ اور امریکہ اسی حکم جہاد کی وجہ سے دین اسلام کو تشدد اور دہشت گردی کا مذہب ظاہر کرتا ہوے اور میڈیا پر اسلام کے خلاف منفی پروپیگنڈا کر رہا ہے۔

حالانکہ اس کے برعکس یہود و نصاریٰ، مذہبی تعصب کیلئے بھی اور اسکے علاوہ حرص و لالچ کی غرض سے وسائل پر،

دوسروں کو محروم کر کے خود قابض ہونے کے لئے بھی مخلوق خدا کا بے تحاشا قتل عام کر دیتے ہیں' اور ہزاروں لاکھوں بے گناہ انسانوں کو موت کے گھاٹ اتار دیتے ہیں' لیکن نہ تو ان کے خلاف پروپیگنڈا ہو رہا ہے اور نہ کوئی ان کو دہشت گرد کہتا ہے' بلکہ امریکہ ان تخریب کاریوں میں' خصوصاً جبکہ عالم اسلام کے خلاف ہوں' ان کی پشت پناہی کرتا ہے' پس ظاہر ہے دین اسلام کے خلاف منفی پروپیگنڈا کرنا امریکہ کی روایتی دروغ گوئی اور اسلام دشمنی بلکہ انسانیت دشمنی پر مبنی ہے۔

حدثنا محمود بن غيلان ثنا ابوداود ثنا شعبة قال كتب به الى منصور وقرأته عليه' سمع ابا عثمان مولى المغيرة بن شعبة عن ابى هريرة قال: سمعت ابا القاسم ﷺ يقول : لاتنزع الرحمة الا من شقى : هذا حديث حسن ابوعثمان الذى روى عن ابى هريرة لا نعرف اسمه' يقال هو والد موسى بن أبى عثمان الذى روى عنه ابو الزناد' وقد روى ابو الزناد عن موسى بن ابى عثمان عن ابيه عن ابى هريره عن النبى ﷺ غير حديث۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ میں نے ابوالقاسم ﷺ سے سن لیا ہے کہ فرماتے تھے' رحمت کو چھین کر نہیں نکالا جاتا مگر بدبخت اور محروم سے۔

یہ حدیث حسن صحیح ہے' اور وہ ابوعثمان جس نے حضرت ابو ہریرہ ﷺ سے روایت کی ہے' ہمیں اس کا نام معلوم نہیں ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ اس موسیٰ ابن ابی عثمان کے باپ ہیں' جن سے ابوالزناد نے روایت کی ہے اور یقیناً ابو الزناد نے موسیٰ ابن ابی عثمان سے' انہوں نے اپنے والد (ابوعثمان) سے' انہوں نے حضرت ابو ہریرہؓ سے اور انہوں نے جناب نبی کریم ﷺ سے (یعنی ابولزناد نے اس سند کے ساتھ) بہت سی احادیث روایت کی ہیں۔

لاتنزع الرحمة الا من شقى : یعنی بدبخت ہی کے دل سے رحمت چھین لے جاتی ہے' علامہ طیبیؒ فرماتے ہیں کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ رحمت مخلوق میں دل کی نرمی ہے۔ اور دل کا نرم ہونا ایمان کی علامت ہے' پس جس کے دل میں رقت (نرمی) نہ ہو اس میں ایمان نہیں اور جس میں ایمان نہ ہو وہ شقی اور بدبخت ہے' پس معلوم ہوا کہ جس کے دل سے رحمت اور نرمی چھین لی جاوے وہ شقی اور بدبخت ہوگا۔

ارشاد ربانی ہے: واما الذين شقوا ففى النار (الاية)

ترجمہ: اور جو لوگ شقی اور بدبخت ہیں وہ جہنم میں ہوں گے

یعنی شقی لوگوں کی جگہ جہنم ہے اور دل سے رحمت نکل جانا سبب ہے شقاوت کا' پس مسلمان کے لئے لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے ساتھ رحم دل اور نرم خو رہے۔